ذمہ داریاں!

خطیب پاکستان مولانا حسن ظفر نقوی اجتہادی (کراچی)

طلباء کی ذمہ داریاں:۔ بدقسمتی سے اب طالب علم دو قسموں پر تقسیم ہو چکے ہیں ایک دینی طالب علم اور ایک دنیاوی طالب علم، لہٰذا ہمیں بھی فی الحال دونوں کو الگ الگ ذمہ داریاں دینا پڑیں گی اس وقت تک جب تک یہ دونوں پھر سے ایک نہیں ہو جاتے۔ مطلب یہ ہے کہ صحیح معنی میں تعلیمی نظام ایسا ہونا چاہیے کہ الگ الگ دینی مدارس اور دنیاوی تعلیمی اسکولوں کے بجائے ایک ہی دانش کدہ میں سارے علوم پڑھائے جائیں پھر آگے چل کر جس کی جیسی صلاحیت ہو اسے اسی میدان میں تخصص Specilalization کرایا جائے تا کہ وہ جس میدان میں بھی جائے ایمان کی دولت سے مالا مال جائے

دینی طلباء کی ذمہ داریاں:۔ کوئی بھی جوان دینی مدرسے میں داخلہ لینے سے پہلے ہزار بار سوچے کہ وہ کس وادی میں قدم رکھ رہا ہے اسے پیشہ ور اور روایتی مولوی بننا ہے یا واقعی دین کی نظریاتی سرحدوں کا نگہبان، خود اس کی مرضی ہے کہ وہ عالم دین بنے یا حالات کا جبر اسے دینی مدرسے تک کھینچ لایا ہے مثلاً معاشی مجبوریاں یا کند ذہنی کے سبب ماں باپ اپسے زبردستی مدرسے میں بٹھانا چاہتے ہیں یا بے چارہ باپ کثیر العیالی اور قلیل آمدنی کے باعث اسے مدرسے کے سر تھوپنا چاہتا ہے۔

بلکہ بعض دفعہ اور بعض جگہ تو یہ بھی مشاہدے میں آیا ہے کہ دینی مدرسہ فقط ایک ہاسٹل کی شکل اختیار کر جاتا ہے دوسرے علاقوں سے آنے والے ہوشیار لڑکے کولجوں میں داخلے لے کر مفت رہائش اور خوراک کی سہولت اس مدرسے سے حاصل کر لیتے ہیں۔ کالج سے فارغ ہوتے ہی مدرسہ سے بھی فارغ ہو جاتے ہیں یا اس وقت تک اپنے قیام کو طول دیتے ہیں جب تک کہیں نوکری نہیں مل جاتی (میری بات کا برا ماننے سے پہلے بعض ایسے مدارس کا دورہ کر کے میری بات کی تحقیق و تصدیق ضرور کر لیں)

مفت طعام و قیام کے علاوہ انہیں ماہانہ وظیفہ کی صورت میں آمد و رفت کا کرایہ بھی مل جاتا ہے۔ یہ تو ہے خیانت اور ایسا فرد سوائے اپنے نفس کو دھوکہ دینے کے اور کچھ بھی حاصل نہیں کر رہا ہے ایسے افراد نہ دین کے خدمت گزار بن سکتے ہیں اور نہ ہی دین کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ۔

ایک کند ذہن فرد کو جسے اس کے ماں باپ مدرسہ کے سر تھوپ جاتے ہیں آپ اس سے کیا توقع کرتے ہیں جو دنیاوی تعلیم میں فیل رہا ہو دین کے مسائل کا کیا حشر کرے گا!!

اس کی بے شمار مثالیں محلے محلے اور گلی گلی آپ کو بکھری ہوئی نظر آجائیں گی۔ ظاہر ہے جو آپ بوئیں گے وہی کاٹیں گے۔ جو آپ مدرسوں کے حوالے کریں گے وہی آپ کو واپس ملے گا۔ یہ بات اس زمانے پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ ہر زمانے میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اقبالؔ نے ہمارے مدارس نہیں بلکہ اپنے ہی مکتب کے مدراس اور ان سے بننے والے مولویوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اس طرح سے کیا تھا ؎

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

اس لئے ضروری ہے کہ اس وادی پر خار میں قدم رکھنے سے پہلے ہزار بار فکر کرے، سوچ لے پھر قدم اٹھائے۔ اپنے خدا سے عہد کرے، اپنے آپ سے عہد کرے، مدرسے میں جانے کے بعد اس کا ایک ایک لمحہ وقف دین خدا ہو، اس کی سانسیں وقف دین ہوں۔ اس کی نیند، اس کی بیداری، اس کے افکار، سب مذہب وملت کے لئے وقف ہوں۔ ایک لمحے کیلئے بھی فراموش نہ کرے کہ وہ لشکر خدا کا سپاہی ہے اور لشکر خدا کے سپاہی کو کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیے؟ طوالت سے بچنے کے لئے پھر فکر اقبالؒ کا سہارا لیتا ہوں ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اقبالؒ پر بھی علماء دشمنی کا الزام اسی لئے لگا تھا کہ اس کے سامنے جو علماء تھے وہ انگریزوں کے کاسہ لیس تھے اور اقبال اپنے علماء کو بوذرؓ وسلمانؓ کی طرح دیکھنا چاہتا تھا۔

قوموں کی امامت اور رہبری کوئی آسان مسئلہ نہیں ہے کہ جس نے اپنے جسم پر دستار وقبا سجالی وہ رہبری کا حقدار ہوگیا۔ بلکہ اس کا تعلق ان صفات سے ہے جو انسان اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے بلکہ انسان بھی ان صلاحیتوں کو پیدا نہیں کرسکتا وہ تو صرف اپنے اندر اہلیت پیدا کرتا ہے جب اپنے اندر اہلیت ولیاقت پیدا کر لیتا ہے تو پروردگار خود ہی یہ صلاحیت اور منصب اپنے بندے کو عطا کر دیتا ہے۔

عزیزی دینی طالب علمو! ہمارے مدارس کا ماحول اور معیار دوسروں سے کہیں بہتر ہے۔ مگر بعض مرتبہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض انتہائی پاک اور مخلص اور دین کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر جوان دینی مدارس میں داخلہ لیتے ہیں لیکن بعض مدارس کے ماحول سے مایوس ہو کر یا تو دینی تعلیم ہی ترک کر دیتے ہیں یا اسی ماحول میں رنگ جاتے ہیں اور ان کا وجود زہر آلود ہو جاتا ہے۔

یقیناً جب آپ مدرسے میں داخل ہوتے ہیں اور درس و تدریس کا آغاز ہوتا ہے تو آپ کو سب سے پہلے ان احادیث کو بھی یاد کرایا جاتا ہے اور ذہن نشین کرایا جاتا ہے جس میں طالب علم کی فضیلت اور اس کے مقام کو بیان کیا گیا ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جب کوئی گھر سے تحصیل علم کے لئے نکلتا ہے تو ملائکہ اس کے قدموں تلے اپنے پر بچھا دیتے ہیں لیکن یہی طالب علم جب مقصد سے ہٹ کر صرف دنیا کے حصول میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر ملائکہ نہیں بلکہ شیطان اپنی آنکھیں اس کے لئے فرش راہ کر دیتا ہے اور اسی دین کے مبلغ سے دین کی تخریب کا کام لیتا ہے۔ خدا ہمارے دینی طالب علموں کو شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھے۔

تو اب دینی مدرسے میں رہتے ہوئے ہر وقت اپنی چوکیداری بھی کرنا ہے۔ دوسرے کیا کر رہے ہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے۔ ہر دور میں یہی کچھ ہوتا رہا ہے سیکڑوں بلکہ ہزاروں انسان عالم بنتے جاتے ہیں مگر ان ہزاروں میں سب کے سب خمینیؒ، بہشتیؒ، مطہریؒ، حسینیؒ نہیں بن جاتے بلکہ ہزاروں میں کوئی ایک ایسا نکلتا ہے جو معاشرے میں انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے جس طرح ایک صدف حاصل کرنے کے لئے برسوں غوطہ خور بے شمار سیپیاں نکالتا ہے اسی طرح ہزاروں طلبہ میں کوئی ایک امام کی نیابت کا حقدار بنتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود اصلاح کے مرکز اور سرچشمہ کی اصلاح کی جائے۔ علم صرف کتابیں پڑھ لینے کا نام نہیں ہے۔ علم تو ایک نور ہے، ایک روشنی ہے، ایک آگہی ہے، شعور کی معراج ہے، علم تو آفاق کی وسعتوں میں گم ہوجانے کا نام

ہے۔ مدرسہ، کتاب استاد یہ سب اسی گوہر نایاب کو حاصل کرنے کے وسائل ہیں۔ جب میں دینی مراکز کی اصلاح کی بات کر رہا ہوں تو میری مراد ان مدارس سے نہیں ہے جو پاک اور باصفا علماء کے زیر نگرانی ایمانی اور روحانی ماحول میں چل رہے ہیں بلکہ میری مراد وہ ادارے ہیں جہاں انتظامی صلاحیتوں سے محروم افراد ان مدارس اور اداروں کے سرپرست بنے بیٹھے ہیں۔

بقیہ نیاز فتحپوری۔۔۔۔۔۔۔۔

ورنہ انسانی ذہن کو ''تسلسل'' سی محال چیز کے سلسلہ میں مسلسل ہو کر ناکارہ ہوجانا پڑے گا۔

عام طور سے آگ کا کام جلانا سمجھا جاتا ہے اور ہمارا عمومی تجربہ بھی یہی ہے لیکن مشیت ایزدی ''**یانار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم** '' کے مطابق جلا دینے والی حرارت کو خاص حالات میں معتدل برودت میں تبدیل کرسکتی ہے اور اپنے ہی بنائے قوانین کے تحت تبدیل کرسکتی ہے۔ کسی چیز سے اس کے خواص ظاہر ہونے کے لئے بہت سے شرائط ہوتے ہیں۔ اور ایسے بہت سے طبیعی موانع ہو سکتے ہیں جو ان کے ظہور کو روک دیں اس لئے **قل کل یعمل علی شاکلتہ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا و لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا خلق کل شئی فقدر لاتقدیراً کل شئی عند لا بمقدار ہ** وغیرہ آیات کے مفہوم کو اس سے ذرا بھی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔ سنۃ اللہ قانون فطرت وغیرہ کسی چیز کو مطلقاً قرار دے دینا آسان ہے لیکن اس حقیقت پر علمی حیثیت سے حاوی ہوجانا بہت ہی مشکل ہے اور انسان کے اس نقص وعجز کا برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

ایک بات اور نیازؔ صاحب نے ولادت نبویؐ کے وقت ایوان کسریٰ میں زلزلہ آنے کو معجزے سے تعبیر کیا ہے حالانکہ اصطلاح علم کلام میں ایسے خارق عادت امور کے وقوع کو جو قبل دعویٰ نبوت واقع ہوں ''ارہاص'' کہا جاتا ہے۔

اس بحث کے آخر میں نیاز صاحب نے یہ بات البتہ ٹھیک لکھی ہے کہ ''اب وہ زمانہ نہیں کہ رسول اللہ کی عظمت کو ان دلائل سے ظاہر کیا جائے کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ تھا آپ کی رسالت کی گواہی کنکریوں نے دی، درختوں نے جھک کر آپ کو سلام کیا بلکہ وقت کا اقتضا یہ ہے کہ رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ اور ان کے غیر معمولی بلند کردار کو پیش کر کے بتایا جائے کہ محمدؐ کتنا بڑا انسان تھا اور جو تعلیم اخلاق اس نے پیش کی ہے وہ کتنی جامع، کتنی مکمل اور کس درجہ بلند ہے'' ہمارے واعظین کرام اور مبلغین کو اس مشورہ پر سنجیدگی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ زمانہ کی پسندیدگی کا معیار بدل چکا ہے کسی چیز کی اہمیت اور عظمت کے پرکھنے کا انداز اب دوسرا ہے اسی لئے انہیں بھی اپنے موعظت وتبلیغ کے راستے بدلنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

* فرزند کا باپ پر ایک حق ہوتا ہے اور باپ کا فرزند پر ایک حق ہوتا ہے۔ باپ کا حق یہ ہے کہ بیٹا ہر مسئلہ میں اس کی اطاعت کرے معصیت پروردگار کے علاوہ۔ اور فرزند کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا سا نام تجویز کرے اور اسے بہترین ادب سکھائے اور قرآن مجید کی تعلیم دے۔ (نہج البلاغہ کلمات قصار/۳۹۹)